# الستی شراب

(تصنیفِ لطیف)


حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ





# پیشِ لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم والا مہربان

اے ربّ تعالیٰ ! مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور میرے ہر کام میں ہدایت و رُشد نصیب کر۔ سب محامد و حمد اُس اللہ کے لئے ہیں جس کا وُجود سب اَشیاء پر سابق اور جس کا کرم اور بخشش سب اَشیاء پر عام ہے۔ ایسی حمد جو اُس نے اپنی ذات کے لئے پسند فرمائی اور جو اُس کی قدرت وُسعت کی عزّت کا تقاضا ہے اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو مخلوق میں سب سے بہتر اور فضائل میں سب سے اکثر اور وسائلِ الٰہی میں سب سے اَقرب (میں سب قریب) ہیں اور آپ کی آل پر جو دین کے ستارے ہیں اور آپ ﷺ کی پاک صفات بیبیوں پر جو اَہلِ ایمان کی مائیں ہیں۔ ایسا درود جس کا سلسلہ مُنقطع (بند) نہ ہو اور جو کبھی ختم نہ ہو۔

**وجہِ تالیف** ﴾ بعض لوگوں نے جو میری صُحبت میں رہے اور جنہیں صدقِ دل (سچے دل) سے میری طرف میلان ہے مجھ سے فرمائش کی کہ میں اُن کے لئے اُس علم کے جو مخفی (پوشیدہ) ہے کچھ رُموز (راز) اور اُس کے بھید کے جو محفوظ ہے کچھ اِشارے لکھ دوں۔ ایسے رُموز و اِشارات جو نیک عملی اور حکمت کے پھل ہیں اور صرف اُنہیں کو حاصل ہوتے ہیں جو مجاہدات کے سمندر میں غوطہ لگاتے رہتے ہیں اور سوائے اُن کے جو اَنوار مشاہدات سے پھل کھانے والے ہیں۔ نصیب نہیں ہوتے۔ یہ دل کے وہ پوشیدہ اَسرار (راز) ہیں جو سوائے ریاضت کے اور کسی طرح ظاہر نہیں ہوتے اور ایسے اَنوار ہیں جن کی چمک عالمِ غیب سے آتی ہے اور سوائے ریاضت کرنے والوں کے قُلوب (دلوں) کے اور کسی کے لئے مُنکشِف (ظاہر) نہیں ہوتی۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت و شان کے بارے میں کسی دھوکے میں ہیں وہی اُس سے انکار کرتے اور پیچھے ہٹتے ہیں۔ اُس کی سند میں یہ حدیث ہے یعنی ہمیں حافظ ابو جعفر نے خبر دی اُنہوں نے ابو صالح احمد بن عبد الکریم سے اُنہوں نے محمد بن حسین سے اُنہوں نے ابو حامد عبد اللہ ہروی سے اُنہوں نے نصر بن حارث سے اُنہوں نے عبد السلام بن صالح سے اُنہوں نے ابو سفیان بن عیینہ سے اُنہوں نے اِبنِ جُریج سے اُنہوں نے عطّار سے اور اُنہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علم میں ایک شئ ایسی ہے جس کی ہیئت پوشیدہ موتی کی طرح ہے۔ سوائے خاص عُلماء باللہ تعالیٰ کے اُسے کوئی اور نہیں جانتا۔ جب وہ اُسے گفتگو میں لاتے ہیں تو سوائے ایسے لوگوں کے کوئی انکار نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دھوکے اور بے خبری میں پڑے ہوئے ہیں۔" [(1)]

اِسی لئے میں نے درخواست کرنے والوں کی اِستدعا (درخواست) قبول کی اور اللہ تعالیٰ سے دُرستی و صَواب (سچائی) پر رہنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ اِس میں چند فُصول (فصل) ہیں۔ فقیر اویسی صرف عُنوانات پر اِکتفا (بس) کرتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه الکریم ﷺ .

۷ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی غُفِرلہ

---

(1) (کنز العمال ،کتاب العلم من قسم الأقوال،الباب الأول في الترغيب فيه، 181/10،الحديث 28942،مؤسسة الرسالة،الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م)

# ترجمہ
# شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی

حضرت شہاب الدین شیخ محمد قریشی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب بارہ(12) پُشت کے واسطہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خلیفہ اول) سے حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فیضِ باطن از شیخ ابو نجیب عبدالقاہر سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۲) و ہم بزرگوار سے خود حاصل ہوا نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث الاعظم گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱) سے بھی فائدہ تامہ حاصل کیا اور امامِ طریقت اور پیشوائے سلسلہ عالیہ سہر وردیہ ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور تکمیل طالبانِ حق کے لئے ایک آیتُ اللہ (اللہ کی نشانی) تھے جو کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا خالی نہ آتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بارگاہِ حق سے کبھی رد نہ ہوتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار بغداد میں ہے۔ شہاب الدین سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سالِ وصال ۶۳۲ھ نکلتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ علیہ نے نوّے (۹۰) سال عمر پائی۔ مزار شریف مزار حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شمالی جانب فرلانگ پر ایک بڑے قبرستان میں سڑک کے کنارے پر واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر عالیشان گنبد ہے حضور غوثِ اعظم کے مزار سے غَربی جانب دروازہ ہے جس پر لکھا ہوا "باب الشیخ"۔ اُس کے سامنے جو سڑک شمال کو جا رہی ہے اُس کا نام شارعِ قمر ( شہاب الدین ) ہے۔ فقیر بارہا مزار کی زیارت سے مشرّف ہوتا رہا۔ تفصیل فقیر کے سفر نامہ عراق وحجاز میں ہے۔ "عوارف المعارف" آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعدّد خُلفاء تھے۔ حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف گلستان بوستان) بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خُلفاء میں سے ہیں۔ مزید تفصیل دیکھیئے فقیر کی تصنیف " اولیائے عرب و عجم" میں۔ اویسی غفرلہ

**عنایت ازلی** ﴾ عنایتِ ازلی ایسی شئ ہے جو ولایت کے لئے واجب ولازم ہے اگر یہ نہ ہوتی تو نہ آدم علیہ السلام کو قُرب نصیب ہوتا اور نہ ابلیس پر لعنت پڑتی اور اگر یہ نہ ہوتی تو نہ موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کے لئے جاتے نہ اصطفاء (پاکیزگی) و بَرگزیدگی (مقام مقبولیت) پر فائز ہوتے۔

میرا انکار کہ میں تجھے نہ جان سکا عین تیری تقدیس (پاکیزگی) ہے اور تیرے بارے میں میری عقل کی سَعی غین (پیاس) تلبیس (لباس پہنانا، غریب ودغا) و مکر ہے۔

اے رب! اگر تو نہ ہوتا تو نہ حضرت آدم علیہ السلام ہوتے اور نہ ابلیس بیچ میں پڑتا اُس کے اور اُس کے بندوں کے مابین سوائے اُس کے کرم کے کوئی نسبت ہے اور نہ سوائے اُس کی حکمت کے اور کوئی سبب ہے۔ اَزل ہی میں ایک قوم سے راضی ہو گیا پس اُس سے اَہلِ رضا کے اَعمال کروائے پھر اُس کے رب نے اُسے اُس کی طرف متوجّہ بہ عَفو ہوا (مغفرت کی نظر فرمائی) اور ہدایت بخشی اور ایک قوم سے ناراض ہوا اُس سے ناخوشی کے اَعمال ظُہور (دیکھنے) میں آئے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے: "لیکن اللہ نے اُن کے کاموں اور حرکتوں کو پسند نہیں فرمایا اور اُنہیں پَست عَزیمت (کم حوصلہ) اور سُست ارادہ کر دیا۔"

جو کوئی بلا جُرم وخطا خفا ہو جائے اور ہمیں کوئی سبب معلوم نہ ہو تو ایسے کو کیسے راضی کیا جائے؟

حداد ابو نُعیم نے ہمیں خبر دی اُنہیں اِطلاع دی محمد بن کیسان نے، اُنہیں اِطلاع دی ابو اسمعیل بن قاضی اسحاق نے، انہیں اِطلاع دی اسرائیل نے، اُنہیں روایت پہنچی ابو اسحق سے، اُنہیں براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اُنہوں نے فرمایا کہ معرکہ اَحزاب کے دن میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ہمارے ساتھ مٹی اُٹھا اُٹھا کر پھینکتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں: "واللہ اگر خدا نہ چاہتا تو ہم نہ سیدھے راستے پر لگتے اور نہ خیر خیرات کرتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔ پس اے اللہ!

ہم پر سکینہ نازل فرما! اور جب ہم دشمن کے آمنے سامنے ہوں تو ہمارے پاؤں قائم رکھ! مشرک ہم پر بغاوت کر کے چڑھ آئے ہیں اگر وہ فتنہ پھیلانا چاہیں گے تو ہم ایسا نہ کرنے دیں گے۔"(2)

"بلعم باعُور" سے لباسِ عِصمت (پاک دامنی کا لباس) چھین لیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع ہی سے ہدایت نصیب ہوئی یہی اصل ہے اور باقی سب فَصل ہے۔

جبکہ تقدیر کا لکھا ہوا جیسا کہ حکم ہو چکا ہے ویسا ہی عمل میں آتا رہتا ہے تو میں پھر اب کیا تدبیر کروں؟ تقدیر ہی کے سبب لوگ گمراہی اور ہدایت کے پاس ہیں۔

**حجاب**﴾ اے بندگانِ خدا تعالیٰ تمہارے وُجود کے سوا اور کوئی حجاب نہیں اور تمہارے شُہود (حاضر ہونے) کے علاوہ اور کوئی غَیبت نہیں پس اپنے شُہود (حاضر ہونے) سے غائب ہو جاؤ۔ تب تم حاضر ہو گے اور اپنے وُجود سے فنا ہو جاؤ تب تم واصل ہو گے۔ اگر دلوں کے آئینے زنگ آلود نہ ہوتے تو ان میں تم عجائبات دیکھتے۔ اگر دل کی بینائیاں گم نہ ہو جاتیں تو انجام کے اُمور سب اُس میں ظاہر ہوتے لیکن اُس پر گناہوں کا زنگ چڑھا ہوا ہے۔ اِس لئے غَیب کے مطالعہ سے وہ محجوب ہو گیا اور خواہشاتِ نفسانی کی تاریکیوں (اندھیریوں) نے اُسے کَثیف (گندہ) کر دیا پھر شَہوات کے پردے جھکے اور جلد جلد گرتے گئے۔ اب نہ اللہ کے ذکر سے فائدہ ہو گا نہ کسی نصیحت سے کچھ اُسے فلاح (کامیابی) ہو گی۔

یہ لوگ آخر قرآن پاک میں تَدبُّر (انجام پر غور) کیوں نہیں کرتے؟ یا کہ اُن کے دلوں پر قُفل (تالا) ہی پڑ گئے ہیں؟ اُن کے کے دل ہیں کہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

**وُصول الی اللہ**﴾ جب تک اُصول کی حفاظت نہ ہو اور اَخلاقِ ذمیمہ (برے اخلاق) اور خراب اور قابل ملامت عادت سے نفس کی پوری تَطہیر (صفائی) نہ ہو جائے اور جانوروں، درندوں اور شیطانی صفات کو جب تک ملکی صفات (فرشتوں کی صفات) اور پسندیدہ عادات سے نہ بدل دیا جائے کوئی واصل نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر ترقی صرف اُس کے کرامت سے ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو عطا فرمائی ہے اور اُس فضیلت سے ممکن ہے جو اُس نے دوسروں پر اُسے دی ہے۔

ایسے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

(1) **محبوب و مراد**﴾ جن کی پرورش جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے فرماتا ہے اور جیسی مناسب سمجھتا ہے تربیت فرماتا ہے۔ بِساطِ انس (فرش) پر وہ نعمتوں سے مالا مال ہیں اور بارگاہِ قُدس میں مرتبہ قُرب پر فائز ہیں۔

جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کسی نے پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ اُنہیں رحمٰن کی گود میں گیہوں کی روٹی مکھن سے چپڑ کر دی گئی۔ وہ اَہلِ حق ہیں خالص حق و صداقت کی غذائیں اُنہیں ملی ہے۔ چنانچہ صفاتِ حق اُن میں مُستَعار (عاریۃً) پائے جاتے ہیں۔

(۲) **مرید و مُحب**﴾ کبھی ربِّ العزت اُن پر تجلیِ جلال فرماتا ہے تو وہ قَلَق (بیقراری) وِاضطراب (بے چینی) میں پڑ جاتے ہیں اور کبھی تجلیِ جمال فرماتا ہے تو وہ بَہجَت (شادمانی) وانبساط (خوشی) میں آ جاتے ہیں۔ پس کبھی وہ حالتِ خوف سے حالتِ رَجا (امید) میں آ جاتے ہیں۔ کبھی اُن کے قدم آگے پڑتے ہیں اور کبھی پیچھے اور

---

(2) (صحيح مسلم ، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة الأحزاب وهي الخندق، 1430/3، الحديث 1803، دار إحياء التراث العربي بيروت)

اپنے رب کو پکارتے ہیں توڈرتے بھی جاتے ہیں اور بخشش کی طمع (خواہش) بھی رکھتے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ عزّت بخش کراُن کی تربیت فرماتاہے اور اپنے لُطف و مہربانی سے راستہ بتاتا جاتاہے۔

"اے وہ جو میری اُمید ہی اُمید ہے۔ کیسے متوجہ ہو کر مجھے تونے ادب سکھایاہے۔ اب میری طرف نظر فرمااور دیکھ کہ کیااچھاتونے مجھے ادب سکھایا ہے۔!"

**اسلام**﴾ اسلام سے مراد ہے اَمیرِ الٰہی کی اِطاعت (پیروی) کرنا۔ ظاہر میں اور اُس کے حکم کے سامنے سر جھکاناہے باطن میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ جب دونوں باپ بیٹے[3] تعمیلِ حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے قربان کرنے کے لئے بیٹے کو ماتھے کے بَل پچھاڑا پس جو کچھ کہ حاصل ہوا وہ نفس کو مجاہدہ کی تلوار سے ذبح کرنے کا ثمرہ (پھل) ہے اور اُس کا نتیجہ وہ خوشی و مسرّت ہے جو حق کے ظاہر ہونے میں نقصان اُٹھانے سے حاصل ہوتی ہے۔

**حدیث**﴾ نبی کریم ﷺ اپنی ایک انگلی کی طرف اِشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ تو ہے کیا بس ایک انگلی ہے جس میں سے خون نکلا اور یہ جو کچھ تجھ پر گذرا ہے وہ اللہ کے راستہ میں گزرا ہے۔[4]

اِس بات کی اصل حقیقت خدائے بزرگ و برتر کے اِس قول میں ملتی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اُن کے پروردگار نے کہا کہ ہماری ہی فرمانبرداری کرو تو جواب میں عرض کیا کہ میں سارے جہاں کے پروردگار یعنی تیرا ہی فرمانبردار ہوا۔[5]

**حدیث**﴾ حضور ﷺ کے اِس قول میں جب کہ ہِرَقل کو آپ ﷺ نے ایک خط لکھا: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول کی طرف سے ہِرَقل بادشاہ روم کے نام یہ خط ہے جو لوگ کہ ہدایت الٰہی پر چلتے ہیں اور اُن پر اِسلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ میں تجھے اِسلام کی دعوت یعنی توحید کی طرف بلاتا ہوں۔ اِسلام سلامتی سے رہیگا، اللہ تجھے ایک نہیں دو اجر عطا فرمائے گا۔"[6]

**ایمان**﴾ اِس بات پر مطمئن رہنااور شک نہ کرنا کہ اللہ عزوجل بندہ کے اُمور کا ضامن و حاجت روا ہے۔ ایمان کی تعریف میں داخل ہے یہ بات حضور ﷺ پر حُسنِ اعتقاد سے پیدا ہوتی ہے نیز اسم سے لذت لیتے وقت مُسمّٰی (یعنی اللہ جل شانہ) کو یاد رکھنا اور اُسی کو دیکھنا ایمان میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ یہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا۔[7] جب کہ بچے کی ماں کو اُس کے بچے کی بھوک بیقرار کرتی ہے تو وہ اُس کا نام لے کر اُس کے بدن کو پوری پوری غذا پہنچاتی ہے۔

---

(3) (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام)

(4) (صحيح مسلم ، كتاب الجهاد والسير، باب ما لقي النبي صلى الله عليه وسلم من أذى المشركين والمنافقين، 1421/3، الحديث 1796، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(5) (سورة البقرة ، آیت 131)

(6) (صحيح البخاري ، كتاب الجهاد والسير، باب دعاء النبي صلى الله عليه وسلم الناس إلى الإسلام والنبوة ، 45/4، الحديث 2941 ، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

(7) (سورة الرعد ، آیت 28)

**احسان**﴿ احسان سے مراد یہ ہے کہ بندہ سمجھتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے ہر شخص کا کَفیل (ضامن/پالنے والا) ہے۔ یہ پھل ہی اُس علم کا ہے کہ کار ساز (کام سنوارنے والا) صرف اللہ ہے اور سب چیزیں اُس کی محتاج ہیں اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ میں حیا کا ایک شُعور پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ وفا شِعار رہتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

"تیری طرف سے ایک نگہبان مقرر ہے جو میرے خطرات (باطنی خطرات) کی دیکھ بھال کرتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو آنکھ و زبان کی نگرانی کرتا ہے۔"

میری آنکھوں نے تیرے مانند کوئی ایسی شئے نہیں دیکھی جو تجھے بری معلوم ہو۔ مگر میں نے کہا کہ دونوں نگہبانوں نے مجھے دیکھ لیا اور میرے منہ سے مزاح کے طور پر کوئی ایسا کلمہ نہیں نکلا جو تیری ناخوشی (ناراضگی) کا باعث ہو۔ مگر میں نے کہا کہ اُن دونوں نے میری بات سن لی۔

نیز کسی ایسے بھید کا کَھٹکا (اندیشہ) بھی میرے دل میں نہ ہوا جو ماسوا کا ہو مگر اُن دونوں نے مجھے روک دیا اور میری باگ (لگام) پکڑ لی اور ایسے بہت سے برادرانِ صدق و صَفا ہیں جن کی باتیں میں نے سُنی ہیں مگر اُن کے خیال سے میں نے اپنی زبان اور آنکھوں کو بند رکھا اور مجھے اُن سے ترکِ تعلق رکھنے پر اُس کے سوا اور کسی شئے نے آمادہ نہیں کیا کہ میں نے ہر جگہ تجھ ہی کو مشہود (موجود) پایا۔

جب ہم میں بون و بُعد (فاصلہ) ہوتا ہے تب بھی میں تجھ سے اِسی طرح حیا کرتا ہوں جس کی طرح کہ اُس وقت حیا کرتا ہوں جبکہ بُعد (فاصلہ) نہیں ہوتا اور تو مجھے دیکھتا ہوتا ہے۔

**منازِلِ نفس و مناھلِ قلب**﴿ نفس کے مَنازل (قیام کرنے کے مقامات) ہیں اور قلب کے لئے مناہل (پانی پینے کے گھاٹ) ہیں۔

جب کبھی نفس کو مجاہدہ سے اُتار کر کسی جگہ ٹھہرایا جاتا ہے تو دل میں مشاہدہ سے آکر کسی گھاٹ پر پہنچ جاتا ہے اور جب کبھی نفس کسی جگہ داخل ہوتا ہے تو قلب بھی ایک خِلعت (پوشاک) پہن لیتا ہے اور جب کبھی نفس کسی تہذیب سے مزیّن ہو جاتا ہے تو قلب بھی تَقرُّب کا جامہ پہن لیتا ہے۔ اِس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے جو اپنے رب کی طرف سے آپ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ "جو کوئی مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اُس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اُس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس آہستہ آہستہ چلتا ہوا آتا ہے تو میں اُس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔"

**ارادہ**﴿ یہ نفس کی پہلی منزل ہے پہلی منزل پر نفس مجاہدہ کے بعد قیام کرتا ہے اُس کا نام ارادہ ہے۔ اِس سے مراد ہے نفس کا آمادہ ہونا اِدبار (پیچھے ہٹنے) اور ماسوی اللہ سے، آرام و سکون پانے سے، جو تاریکی پیدا ہوتی ہے اُس سے خَلاصی (چھٹکارا) حاصل کرنا۔ یہ اُس علم کا ثمر (پھل) ہ ہے جس کے ساتھ وہ نقصان و خسارہ بھی لگا ہوا ہے جو سودا کرنے اور ایک شئے کو امتیاز کے ساتھ اختیار کرنے کے میں ہوا کرتا ہے۔

اُس منزلِ مقصود پر پہنچنے کا طریقہ کار اپنی طرف سے حتی المقدور (جہاں تک ہو سکے) ہمت اور سَعی (کوشش) ہے اور جس قدر طاقت مقدور میں ہو سب کو کام میں لانا ہے۔ وہ اِس طرح کہ اختیار کے متعلق صرف شکوہ زبان پر نہ لائے اور جو کچھ تقدیر میں ہے اُس کے واقع ہونے پر کوئی چوں وچرانہ کرے۔ اُس منزل کی حقیقت مخلوق سے اِعراض کرنا (منہ پھیرنا)، سیَر و سُلوک کے ہمہ (جملہ/تمام) آداب اور صبر و تَحمّل برداشت کرنا ہے اور حق کی طرف رُجوع کرنا ہے۔ اُس کی بنیادی شئے اَنفاس (نفس) کے ساتھ تعلق اور لوگوں سے قطعِ تعلق کرنا ہے۔

جب کوئی جوان مرد کسی بڑے کام کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے کمتر چیز جو اُسے کھونا پڑتی ہے وہ بچپن سے سونا ہے۔

**دیدار** ﴾ یہ قلب کا پہلا چشمہ ہے۔ جب نفس اُس منزل پر آیا تو قلب (دل) ایسی جگہ وارد ہوا جہاں دیدار کے چشمے لوگ پیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حبیب کے لُطف کو قلب نے اَزل ہی میں دیکھ لیا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ اُسے قریب کر لیتا ہے۔ ہے اور زیب و زینت سے آراستہ کرتا ہے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زَنانِ مصر (خواتینِ مصر) نے دیکھا تو مرعوب (متاثر) ہو گئیں اور اُن کی عظمت کرنے لگیں اور تُرنج (چکوترا) کے بدلے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں "ماشاءاللہ یہ آدمی نہیں بلکہ ایک بزرگ فرشتہ ہیں۔"

تمہارا عَبد (غلام) سیراب رہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میرا قلب کبھی محبت کی جائے قرار (محبت کا مقام) نہ بنتا۔ یہ قلب کی اپنے رب کی طرف سیر کی ابتدا تھی اور یہ حق کا اُسے جَذب کرنے کا ثمرہ تھا جو اُس کے جمال کی چمک سے پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی محبت دل میں بیٹھ گئی اور اپنی طرف متوجہ کر کے ماسوا سے فارغ کر دیا اور ایک کامل خِلعت (عطیہ حسین) عطا کر کے لباس پہنایا۔

قبل اِس کے کہ میں محبت کو پہچانوں۔ وہ خود میری طرف آئے اور میرا قلب میل کچیل سے پاک صاف کر کے وہاں ہی اپنے لئے جگہ بنائے۔

**توبہ** ﴾ یہ نفس کی دوسری منزل ہے نفس توبہ کی منزل میں اُتر آیا۔ توبہ سے مراد ہے کہ نفس کو تمام مالوفات (پسندیدہ چیزوں) سے باز رکھنا جو خواہشات اور آرزوؤں کی پیروی کرنے سے پیدا ہو گئی ہیں۔ دل کا نیند کی غفلت سے بیدار ہونے اور گذشتہ زمانہ میں حُصول تَقُّرب سے جو کچھ فوت ہو گیا ہے اُس پر نَدامت (شرمندگی) کا اظہار کرنا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں جو کچھ پیش آئے اُس کی حفاظت کے لئے آمادہ ہونا اور اچھے اوقات جو ہاتھ سے نکل گئے اُس پر افسوس کرنا۔

میں گرم جوشی کے زمانہ کو یاد کرتا ہوں مگر اِس ڈر سے کہ کہیں میرے جگر کے ٹکڑے نہ ہو جائیں اُس کی نِگہداشت (حفاظت) کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

**ذوق** ﴾ یہ قلب کا دوسرا مَنْہَل (سرچشمہ) ہے۔ جب نفس اِس منزل پر اترتا ہے تو قلب ذوق و لذّت کے گھاٹ پر وارد ہوتا ہے یعنی یہاں اُسے محبت کے خوشگوار ہوا اور دل کی ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ اب اُسے اُن نعمتوں کے نصیب ہونے پر جن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُن میں اُسے مزا آنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زبان میں فرماتا ہے کہ ایک دن اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں یہ دریار پر ٹھہرے رہنے کا پھل ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی کی ٹھنڈی ہوا کے لئے پردے اُٹھ جاتے ہیں اور فلاح (کامیابی) کی بجلی کی چمک آنے لگتی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

"میری حاجت روائی کے لئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور اُس وقت تیری ہتھیلیوں کی خوشبو میں میری کامیابی ہے۔"

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالک[8] میں نیکی کرنے کی حرص (لالچ) پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خواہشاتِ نفسانی کے طَلب میں قدم اُٹھنے سے بیکار ہو جاتے ہیں اور ماسوٰی اللہ (اللہ کے علاوہ) کا تعلق نہیں رہتا اور جو محبوب چاہتا اور پسند کرتا ہے اُس کے حُصول کے لئے اُس کے گرد چکر کا شمار ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

"سوائے اُمّ عمر کے اور کسی طرف دل مائل نہیں ہوتا اور وصل (قربت) و فِراق (جدائی) دونوں صورتوں میں اُس کی دوستی قائم رہتی ہے۔ اُس کا دشمن میرا دشمن اور اُس کا دوست میرا دوست ہوتا ہے اور جس سے لیلیٰ کو قُرب ہوتا ہے وہی زیادہ محبوب ہوتا ہے۔"

**ورع** ﴾ یہ نفس کی تیسری منزل ہے نفس وَرع (پرہیز گاری) کی منزل پر اُترتا ہے۔ وَرع (پرہیز گاری) سے مراد نفس کو اُس گندگی سے سختی کے ساتھ بچانا جو لوگوں کے ملنے جلنے سے پیدا ہوتی ہے اور حجابات کے وُقوع سے محفوظ رکھنا ہے۔ اُس کے نتیجہ میں غفلت کی گھاٹیوں میں گر پڑنے میں تامل اور توقُّف (سوچ بچار)

---

(8) (جو خدا کا قرب بھی چاہے اور شغل معاش بھی رکھتا ہو۔)

وتاخیر کرنااور جن کُھلی کُھلی باتوں کی طرف دل اشارہ کرتاہے لاپرواہی کرنااور بُری باتوں میں پڑنے سے یاخدمتِ خلق میں کمی کرنے سے بچناہے۔ایک شاعر کہتاہے:

"وہ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں گویا کہ اُن کااب چل چلاؤ ہے اور وہ اپناسامان باندھ رہے ہیں۔"

**شوق**» یہ قلب کا تیسرا مَنْہَل (چشمہ) ہے جب نفس اُس منزل پر آیاتو دل شوق وولولہ کے گھاٹ پر اپنی پیاس بجھانے آتاہے اور یہ ولولہ وشوق دل کی وہ بے چینی ہے جو محبوب کی طرف گامزن ہونے میں پیداہوتی ہے اور باطن کی وہ راحت ورضاہے جو قُربِ محبوب میں نصیب ہوتی ہے اور وہ ثمرہ ہے نَسیمِ وصال کے ہلکے ہلکے چلنے کااور نتیجہ اُس کاوہ عُجلت وجلدی ہے جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور مرضی مبارک کے موافق اُمور کے طلب میں ہوتی ہے۔قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی ہے کہ "اے میرے پروردگار میں نے تیری طرف آنے میں جلدی اِس لئے کی کہ توراضی ہو چنانچہ اِشتیاق (شوق) وولولہ کا تقاضاخود اِشتیاق ہے اور مُشتاق (شوق والے) کو بڑی جلدی ہوتی ہے چنانچہ وہ نہ کسی اچھی چیز کی طرف مائل ہوتاہے اور نہ کبھی کسی طرف جھکتاہے۔"

اے سعد تم نے اُن کاذکر کیاکیا؟ کہ میرا جنون اور بڑھادیا۔اے سعد ایسی باتیں اور زیادہ کرو۔مُشتاقوں کے درجے ہوتے ہیں۔

(1) مُشتاق کوشش کرتااور قدم اُٹھاتاہے تولوگوں کی مَلامَت بھی ساتھ ساتھ قدم اُٹھاتی اور ہمراہ رہتی ہیں۔معذرت کے قدم کی مدد سے وادیٔ توبہ میں تیز گام (تیزرفتار) ہوتاہے۔اِس کا مقصد یہ ہوتاہے کہ توبہ فرمائی جائے۔

(۲) جدوجہد کے قدم سے اِفتقار وناداری (فقرومفلسی) کے مرکب (سواری) پر سوار ہو کر رَغبت میں قدم دھرتاہے اِس کا مقصد عطاءِ بخشش ہے۔

(۳) تہذیب وشائستگی کے قدم سے خُشوع وخُضوع کے سواری پر وادیٔ رحم وکرم میں چلتاہے اِس کا مقصد اَمان ہے۔

(۴) اِخلاص کے قدم سے نجات کی سواری پر رُجوع الی اللہ اور اِنابت [9] کی گھاٹی میں آتاہے اِس کا مقصد اکرام واعزاز ہوتاہے۔

(۵) محبت کے قدم سے شوق کے مرکب پر سوار ہو کر وادی ہیمان (شدت عشق) میں گامزن ہوتاہے۔اِس کا مقصد بس محبوب ہوتاہے۔

اُس نے مُشتاق کیاجب اُس نے جلوہ فرمایاتو اُس کے جلال سے میں سرنِگوں (شرمندہ) ہوگیا۔خوف سے نہیں بلکہ ہیبت سے اور اُس نظر سے کہ اُس کے جمال کی صِیانت (نگہبانی) وحفاظت ہو سکے۔

**زُھد**» یہ نفس کی چوتھی منزل ہے نفس کا زُہد کے مقام پر منزل کرتاہے۔"زُہد سے مراد ہے دنیا کی طرف سے اِلتفات (محبت) اُٹھادینااور اُس کی طرف توجہ نہ کرنا۔اِس لئے کہ اُس میں فائدے کم اور بلائیں (آزمائشیں) بہت ہیں۔دیر میں آنے والی شے یعنی دنیاسے نفس کے بیزار ہونے کا یہ ثمرہ ہے اور اُس کی طرف کم متوجہ ہونااور اُس سے علیحدگی اختیار کرنااِس کا نتیجہ ہے۔ایسے شخص کو پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ کس طرح دنیاترک کی اور مستحق نے اُسے لیایاغیر مستحق نے۔یہاں تک اُس میں کمی کردی ہے دنیا کی محبت میں ہمیشہ سے تکلیفیں اور بڑی بڑی بلائیں (آزمائشیں) چلی آئیں ہیں۔چنانچہ دنیا کی بلائیں (آزمائشیں) یہ ہیں جو روک ٹوک رفیق کی موافقت میں ہو وہ دنیاہے۔سُلوک جو اُسی سے تعلق پیداہو جائے اور شیطان کے ہاتھ میں گرفتار ہونے کی خواہش یہ سب دنیاہے۔زہداسے کہتے ہیں کہ دنیااور اُس کے ذکر سے بیگانگی (اجنبیت) ہواور نہ آنکھ اُس پر پڑے اور نہ زبان پر اُس کاذکر آئے۔"

---

(9) خداکی طرف رجوع کرتاہواتوبہ وعاجزی۔

جب میں نے اپنے آپ کو ایک چیز کی طرف ہٹالیا تو نہ کبھی میں اُس کے سامنے آؤں گا اور نہ ہی وہ چیز میرے سامنے آئے گی۔

**دل کی پیاس**﴾ قلب کا چوتھا مَنۡزِل ہے جب نفس اُس منزل پر اترا اور دل کی پیاس بجھانے کے لئے گھاٹ پر پہنچ گیا تو قلب میں راحت و وصال کا شوق پیدا ہونا ہی عَطش (پیاس) ہے پھر فراق (جدائی) کی بیماری سے نجات ملے جاتی ہے۔ یہ بات سچائی، پکا ارادہ اور وَجد و حال کی پہلی ہے۔

اُس کی شرابِ محبت کا جام لے کر میں نے پیا۔ چنانچہ اُس پینے کا اثر میری چھپی ہوئی اَنتڑیوں (آنتوں) تک پہنچ گیا۔

صرف موجود سے تعلق قَطع (ختم) کر کے اپنے وُجود سے گریز کرنا اور سر (باطن) میں بَرق تجلی کے شَرارہ کو ناخن سے کھرچنا اور کَشف (اظہار) کی ہر روز بھینی بھینی ہوائیں چلنا، یہ سب اِس کا نتیجہ ہے۔ شاعر کہتا ہے:

"ایک روز آپ کے بادل نے ہم پر سایہ کیا۔ اُس کی بجلی نے ہمارے لئے روشنی کر دی اور اُس کی بارش دیر تک رکی رہی۔ اُس کے بادل نہیں برسے حتیٰ کہ اُمید وار مایوس ہو گئے نہ ہی بارش ہوئی کہ پیاسے کی پیاس بجھتی تِشنگی (پیاس) کے بھی متعدد مراتب ہیں۔"

(1) ارادے کی پیاس ہے جو علم سے پیدا ہوتی ہے اور جس سے ہوتی ہے اُسے عازِم کہتے ہیں یعنی صاحب ارادہ عظیم۔

(۲) طلب و جستجو کی پیاس ہے جو معرِفت (خداشناسی) سے پیدا ہوتی ہے جس سے ہوتی ہے وہ اپنے سُلوک میں سیر کرنے والا ہوتا ہے۔

(۳) شوق کی پیاس ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہے اور صاحبِ محبت واصل ہوتا ہے یعنی منزل پر پہنچ چکا ہوتا ہے۔ جس دن خیموں سے خیمے قریب ہوئے اُس روز شوق و ولولہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔

**فقر**﴾ یہ نفس کی پانچویں منزل ہے نفسِ فَقر کے پر تَنَزُّل (زوال) کر کے آتا ہے اور فَقر یہ ہے کے کہ "کون" (خلق) کے مقابلہ میں "مُکَوِّن" (خالق) پر اِکتفاء کیا جائے اور دو اشیاء کے درمیان اپنے اختیار کو کام میں نہ لایا جائے۔ یہ نفس کی حقیقت پہچان لینے کا پھل ہے۔ اِس لئے کہ فَقر[10] نفس کی ذاتی صفت ہے اور کبھی اُس سے جدائی نہیں ہوتی جس طرح کہ غَنی[11]۔ پروردگار بزرگ و برتر کی ذاتی صفت ہے اور کبھی اس سے جدا نہیں ہے ہوئی۔ اس منزل پر آنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی شئے میں لذّت نہیں ملتی اور اللہ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ سب اُس کے سامنے عاجز و محتاج ہیں اور وہ غیر کا محتاج نہیں۔

میں اپنے زمانہ کے لوگوں سے اور اُس کے دَست و بازو کے سایہ میں پوشیدہ رہا۔ میری آنکھ تو زمانہ و اَہلِ زمانہ کو دیکھتی رہی مگر مجھے اُس نے نہیں دیکھا۔
اگر تم اَہلِ زمانہ سے پوچھو گے تو اُسے معلوم نہ ہو گا اور اگر میرا امکان پوچھو گے تو یہ بھی اُس کو معلوم نہ ہو گا۔

**غرق وفنا**﴾ یہ قلب کا پانچواں مَنۡزِل ہے جب اُس منزل پر نفس اُتر آتا ہے تو قلب غَرق (یعنی فنا فی اللہ) کے گھاٹ پر وُرود کرتا ہے اور اُس سے مراد ہے دل کے اِلتفات و توجیہ (الفت و محبت) کے تمام راستوں کا غلبہ اَنوار کی وجہ سے بند ہو جانا۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے قصّہ میں اللہ تعالیٰ حضرت زلیخا کا یہ حال بیان کرتا ہے:

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (پارہ ۱۲، سورۃ الیوسف، آیت ۳۰) **ترجمہ**﴾ بیشک ان کی محبت اس کے دل میں پیر گئی ہے۔

---

(10) یعنی خود کسی شے کا مالک نہ ہونا۔

(11) یعنی خود کسی شے کا مالک ہونا۔

شاعر کہتاہے: "میرادل تمہارے سوااور کسی طرف راستہ ہی نہیں پاتااِس لئے کہ اُسی طرف کاراستہ ہی تمام تراشیاء پر بند کر دیا گیاہے۔"

دل کے گوشہ گوشہ کا محبوب سے پُر ہو جانے اور دل کا اُسی طرف ہر وقت مائل و مشغول رہنے کا یہ ثمرہ ہے نیز عُلوم کی مدد سے اَحوال کو قَوی (مضبوط) کرنااور رُسوم اور عادتوں کا بیکار و ناکام ہو جانااُس کا نتیجہ ہیں۔

جس وقت سپیدہ صبح (صبح کاوقت) نمودار ہوا تو رفتہ رفتہ (آہستہ آہستہ) اُس کے پَو پھوٹی (روشنی نمودار ہوئی) اور ساتھ ہی تاروں کی روشنی بھی جاتی رہی۔

**فائدہ**﴾ اہلِ قُرب (قربت والوں) کے یہی درجات ہیں۔

(1) بیداری والے ہیں جو اُس کی عظمت وعزت کے سمندر میں غوطے لگارہے ہیں۔

(۲) توبہ والے بھی ہیں جو اُنس (محبت) کے سمندروں میں غوطے مارتے ہیں۔

(۳) محبت والے ہیں جو مشاہدے کے سمندروں میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔

مکاشَفہ (انکشاف واسرار) کے آگ سے جل بُھن گئے ہیں یہی ہیں وہ لوگ جن کی کشتیاں ٹوٹ گئیں اور موجوں نے اُنہیں نگل لیا۔ پھر نہ اُن کا کوئی نشان باقی رہااور نہ کوئی خبر کہیں سے آئی۔اِس لئے کہ اُن کے سواجو لوگ تھے اُنہیں اُن کی موجوں نے کنارے پر پھینک دیااور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں مچھلی نے نگل لیا اور اُن کی کوئی چیز باقی نہ رہی۔

وہ مشرق کی طرف گئی اور میں مغرب کی طرف لوٹ گیا مشرق جانے والوں اور مغرب جانے والوں میں بڑافرق ہے۔

**صبر:** یہ نفس کی چھٹی منزل ہے منزلِ صبر پر نفس کا اُترناہے اور صبر سے مراد ہے نفس کو مجازی واردات قَضاوقَدر کے مقابلہ میں قابو میں رکھنا کہ وہ کسی قسم کی شکایت نہ کرے بلکہ امتحانوں اور بلاؤں (آزمائشوں) سے لذّت اندوز ہو۔ یہ ثمرہ ہے حق کے حکم کے دل کے اندر اُتر جانے کا اور اُس کی عزت ورِفعت کے کمال کا اور اُس کے حکم کو جاری کرنے کا جبکہ محبوب کے صَولَت (دبدبہ) اور رُعب اُسے عزیز اور اُس کی سَطوَت (شان) و قہر (غلبہ) اُسے مانوسِ طبع (مزاج کو اچھا) ہو مگر اِس طرح پر کہ کسی قسم کا خوف اور ڈر ساتھ نہ ہو۔

عشق میں جَور وجَفا (ظلم وتعدی) اُس کے عدل وانصاف سے زیادہ بہتر ہے اور اُس کا بخل اُس کی فَیاضی (سخاوت) سے اچھاہے۔

اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محنت ومشقت میں ڈالنے والے کی صورت دیکھنے کے بعد تکلیف میں مزا آنے لگتاہے۔اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ اپنے رب کے حکم کو قتل اور صبر سے برداشت کرو۔ تم ہماری آنکھوں کے سامنے ہی ہو۔اِس حالت کو چھوڑ کر بندہ دوسری حالت میں منتقل ہونا نہیں چاہتا بلکہ اُس کے دل میں اِس کا خطرہ ہی نہیں آتا۔

جیسے تم ہو اُسی صورت پر محبت قائم ہو گئی۔ بس اب نہ پیچھے ہٹ سکتاہوں اور نہ آگے قدم بڑھاسکتاہوں۔ تم نے مجھے حقیر سمجھا میں نے بھی اپنے نفس کو حقیر سمجھا جو تمہاری نظر میں حقیر ہے وہ مکرَّم وعزیز نہیں ہو سکتا۔

**سُکر**﴾ یہ قلب کا چھٹا مَنہَل ہے جب نفس اُس منزل پر آتا ہے تو دل سُکر کے گھاٹ پر ورود کرتا ہے اور سُکر سے مراد ہے صفات کا تبدیل ہونا اور اوصاف کا جڑ سے بدل جانا اور نتیجہ یہ ہوتاہے کہ زبان میں طاقت اور قلب میں کشادگی پیدا ہوتی اور اُس کی آہ میں لذّت معلوم ہوتی ہے۔

قوم کے لوگوں نے ہماری شراب پی تو کام کے ہو گئے اور بہت سے اندھے تھے جنہیں اپنے برتن میں ہم نے وہ پلائی تو بینا ہو گئے اور بہت سے گونگے بہرے جنھوں نے تیس (۳۰) سال سے کلام نہیں کیا تھا جب ایک روز اُن پر ہمارے جام کا دور چلا تو بات کرنے لگے اور اُس کی علامت یہ ہے کہ وہ (صاحبِ سُکر) اَسرار (راز) ظاہر کرتا ہے اور کسی بات کے ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے میں اِمتیاز (فرق) نہیں کرتا۔ اُس کی زبان دل کے بَھید (راز) کی غَمّازی (مخبری) کرتی اور جو شئے غیب کے بھی پَرے ہے اُس کی خبریں دیتی ہے۔

جہاں کہیں شیشہ کا دور چلا وہیں ہم نے بھی گردش کی۔ جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ناواقفیت سے کام لیا۔

اُس کی ذات فنا ہو گئی ہے اور اُس کے صفات اپنی جگہ باقی نہیں رہے۔ قَہوہ[12] جمال (شرابِ جمال) نے اُسے نشہ میں بے خود اور دبدبہ جلال نے اُسے مغلوب کر دیا جیسا کہ حدیث قُدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وہ میری ہی زبان سے کلام کرتا ہے اور میرے ہی کان سے سنتا ہے اور میری ہی آنکھ سے دیکھتا ہے اور میری ہی مدد سے آتا ہے اور میری ہی قوت سے پکڑتا ہے۔"

غلبہ حُب میں ہلاک ہونے والے فنا تو ہو گئے ہیں لیکن توحید میں فنا ہونے کے بعد ہی کلام کرتے ہیں۔

**توکُّل**﴾ یہ نفس کی ساتویں منزل ہے نفس کا منزل توکل پر اترنا ہے۔ توکل سے مراد ہے اُس (خدا) کے علم کی طرف رُجوع کرنا اور جو حکم دینا وہ پسند کرے اُس پر راضی رہنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لُطف کی طرف نظر رکھنے کا ثمرہ ہے اور اُس پر کہ وہ ازل ہی سے اُس پر بہت مہربان ہے نظر رکھنے کا ثمرہ ہے اور اُس کا نتیجہ ہی تمام اوقات وزمانہ کو بھول جانا اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے نظرِ لُطف کا انتظار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے علمِ کامل اور اُس کی قدرت بالغہ کو ہر شے میں دیکھنا اور تمام اشیاء کے قیام وبقاء میں جو اُس کی مرضی مبارک ہو اُسی پر راضی رہنا اور اُس کی علامت اور نشانی ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ میں راضی رہوں اور تو بھی راضی رہے اور جب تک ہم دونوں ایک ساتھ زندگی بسر کریں۔ تو ہی میرے مالک رہے اور میری لگام تیرے ہی ہاتھ میں رہے تو یاد رکھ کہ دنیا کو میری ہی آنکھ سے دیکھنا اور دنیا میں میرے ہی کان سے سننا اور میری زبان سے بات کرنا۔

**صَحْو**﴾ یہ قلب کا ساتواں مَنْہَل ہے جب نفس اُس منزل پر آتا ہے تو قلب کے گھاٹ پر وارِد ہوتا ہے۔ "صَحْو[13] سے مراد نسیمِ قلب سے راحت اور وصل کی خُنکی (تازگی وٹھنڈک) سے سکون حاصل کرنا ہے۔"

حدیث شریف میں ہے کہ " پھر اللہ تعالیٰ نے میرے شانوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا یہاں تک کہ میں نے اُس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس فرمائی پس اولین وآخرین سب کا علم مجھے سکھایا گیا۔" یہ حبیب کے ملاطفت ونوازش اور اُس کے پناہ میں پناہ لینے کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔ ایک جگہ قیام وقرار حاصل کرنا اور تَغیُّر (تبدیلی) وتلوُّن (رنگینی) کا جاتا رہنا۔[14]

---

(12) لفظ قہوہ کا اصل مطلب شراب تھا، اور صوفی درویش اسے ذکرِ الٰہی کرتے وقت توجہ مرکوز رکھنے اور روحانی سرور حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔

(13) اپنی ذات وصفات کو گُم کر دینا۔

(14) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ ص، 5/367، الحديث 3234، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي –مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975 م)

چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ "اُس وقت پیغمبر کی نظر نہ بہکی اور نہ جگہ سے اچٹی"۔[15] نیز اُس کے کمال سے بَہرہ مند (فائدہ اُٹھانے والا) اور اُس کے جمال سے جُرعَہ خَوار (گھونٹ گھونٹ کر پینے والا) ہونا۔

حاسدوں کے باوجود ہم نے رات باہم بسر کی اور ہم میں آپس میں ایسی باتیں ہوتی رہیں جن میں شراب ملی ہوئی ہے مشک کی سی مہک آ رہی تھی۔ یہ باتیں ایسی تھیں کہ مردہ بھی اگر اُن میں سے کچھ سن پائے تو گو قبر نے اُسے دبوچ لیا مگر جی اُٹھے۔ میں نے اپنی ہتھیلی کا اس کے لئے تکیہ بنا دیا اور رات بھر ساتھ لیٹا رہا اور میں نے اپنی رات سے کہا کہ تو لمبی ہو جا اِس لئے کہ چودھویں رات کا چاند آرام فرما ہے۔

**رضا** ﴾ یہ نفس کی آٹھویں منزل ہے نفس منزلِ رضا میں تَنزُّل کر کے آتا ہے۔ رضا سے مراد ہے وہ اطمینان و سکونِ قلب جو قَدر کے ستونوں کے تلے نصیب ہو حتّٰی کہ نہ کسی شکست و ریخت (ٹوٹ پھوٹ) کی آواز سُنائی دے اور نہ بلندی و پستی کا اُس پر کوئی اثر ہو۔ یہ ثمرہ ہی حبیب کی اِطاعت اور اُس کے سامنے سرِ تسلیم خَم کرنے (راضی برضا ہونے) کا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں فرماتا ہے کہ "جب اُن سے اُن کے پرودگار نے کہا کہ ہماری ہی فرماں برداری کرو۔ تو جواب میں عرض کیا کہ میں سارے جہاں کے پروردگار کا (تیرا ہی) فرماں بردار ہوا۔"

اے دوست اگر میرے سر پر ذلت و خواری کی چکی بھی چل جائے تو بھی میں نہ کچھ جَزع فَزع (گریہ وزری) کرونگا اور نہ منہ سے کچھ نکالونگا اور اُس کا نتیجہ ہے رنج و محنت سے خوش ہونا۔

مگر اُس خوشی کی مانند نہیں جو نعمت کے ملنے سے ہوتی ہے اور امتحان میں شکر کرنا مگر ایسا شکر آسودگی (راحت) کے وقت کیا جاتا ہے۔ جب نفس اُس منزل پر پہنچتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور ایک جگہ قائم ہو جاتا ہے۔ کہیں اور سفر نہیں کرتا اور دیر یہیں تک ٹھہر جاتا ہے اور کہیں نقل مکانی نہیں کرتا مَناہِل (منازل) اور گھاٹوں پر وارِد ہوتا رہتا ہے۔

**ھیمان** ﴾ یہ قلب کا آٹھواں مَنْہَل ہے قلب اُس گھاٹ پر وارد ہوتا ہے جسے "ہیمان" کہتے ہیں اور "ہیمان" سے مراد ہے وہ ولولہ اور شیفتگی (محبت) جو نظارۂ جمال اور لَمعانِ جلال (جلال کی چمک) سے پیدا ہوتی ہے اور انسان ہر وادی میں سرگشتہ و شیفتہ (حیران و پریشان) مارا مارا پھرتا ہے۔ یہ ثمرہ ہے طبیعت کے بسط و کشاد (فراخی و کشادگی) کا اور اُس میں ضبط کے باقی نہ رہنے کا اور اُس کا نتیجہ ہے صبر و سکون کے لباس سے عاری (خالی) ہونا اور زینت اور جلوہ دکھانے سے خالی ہو جانا۔ اِس لئے کہ وہ ایسے ایک شُغل میں ہوتا ہے جو خود اُس سے تعلق و نسبت رکھتا ہے۔

تیرے شوق و عشق نے میرا سر یہاں تک چکرا دیا کہ میں دائیں طرف سے بائیں طرف جھک جھک پڑتا ہوں اور تیرے ذکر سے مجھے ایسی راحت و خوشی ہوتی ہے جیسی کہ اُس قیدی کو جس کی رسی ڈھیلی کر دی گئی ہو۔

**تلف** ﴾ یہ قلب کا نواں مَنْہَل ہے قلب تَلف کے گھاٹ پر اترتا ہے۔ تلف سے مراد ہے عزت و جلالِ الٰہی کے صدمات کے تلے اور غیرتِ الٰہی کے رُبُودگیوں (غفلت) اور انوارِ کبریا و قُدس کے چمک دمک سے بالکل محو و فنا ہو جانا۔

---

(15) (سورۃ النجم ۔ آیت 17)

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور تم اپنی موت سے مر و یا مارے جاؤ"۔ اور اللہ کے راستے میں اگر تم مارے جاؤ یا اُس کے رستے میں اپنی موت سے مر جاؤ[16] اور وہ ثمرہ ہے غیب پر اِطلاع پانے اور اَسرارِ ازل کے گرداگرد منڈلانے کا۔ حدیث شریف میں ہے کہ "جس کی ہلاکت اللہ کے کام اور خوشنودی میں ہے تو اللہ خود اُس کا جانشین اور کفیل (ضامن اور مددگار) بن جاتا ہے۔"

"اور نیچے اتر آنے (تواضع) سے غلاموں کی عزت و رِفعت (بلندی) ہے۔ پس میرے لئے لازم ہے کہ بندوں جیسے ذلت اختیار کروں"۔

جب اللہ تعالیٰ اُس کا جانشین ہو جاتا ہے تو اُس کا نتیجہ ہوتا ہے اپنے وُجود سے اُس کا فنا ہو جانا اور حق تعالیٰ کی قَیّومیَّت (قائم رکھنے) میں اپنا قیام حاصل کرنا۔

"اے تمنا کرنے والے کی مراد و تمنا! مجھے تجھ پر اور اپنے اوپر تعجب آتا ہے۔ تو نے اپنے لئے مجھے خود میری اپنی ہستی سے محو کر دیا (مٹا دیا) اور اپنے سے مجھے اتنا قریب کیا کہ میں گمان کرنے لگا کہ تو میں ہی ہوں۔"

**محبت** ﴾ یہ قلب کا دسواں مَنْہَل ہے قلب محبت کے گھاٹ پر آتا ہے اور محبت جو وہ فنا کی وادیوں میں سے پہلی وادی ہے اور وہ ایک پہاڑی رستہ ہے جہاں سے نیچے اتر کر "جمع" کے تمام راستے ملتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر محبت کے پہلے جتنے گھاٹوں پر وہ اترا ہے اُن سے بیزار ہو جاتا ہے۔ یہ صفت بندہ کے ساتھ مخصوص ہے اور پروردگار کی طرف اُس میں سے کوئی چیز منسوب نہیں ہو سکتی۔ پس جب وہ محبت کے گھاٹ پر پہنچا تو "عین الجمع" کا نظارہ ہونے لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس سے محبت کرتے ہیں۔ اور یہ اک مبارک گھاٹی اور مقدّس وادی ہے۔ چاہیے کہ یہاں پہنچ کر کمرِ ہمت از سرِ نو (ابتدا سے) باندھے اور اُس میں "تَفرِقہ (علیحدگی)" کی جڑ بنیاد اُکھاڑ کر پھینک دے اور جتنی منزلیں اور گھاٹ اُس کے علاوہ ہیں سب سے آزاد ہو جائے اور ایسے اَحرام بند کی طرح لبیک کہے جو محبوب کا مُحِب اور مطلوب کا طالِب ہے۔

اگر میں قلب کو اُس کا گھر اور قیام گاہ نہ بناؤں تو میرا شمار محبت کرنے والوں میں نہ ہوگا اور میرا طواف یہ ہے کہ جو بَھید اُس کے اندر ہے اُس کے گرد طواف کروں اور جب میں نے رُکن کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو وہی میرا رُکن قرار پایا۔

محبت ایک ایسی حالت ہے جو آگ کی طرح جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور یکایک بھڑک اُٹھتی ہے اور اسی طرح غائب بھی ہو جاتی ہے۔

محبت کا عجب معاملہ ہے۔ میری گرویدَگی (فریفتگی اور عقیدت) تجھ پر ہے لیکن اُس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔

اِس میں آنسو جاری ہوتے ہیں اور حیرت پیدا ہوتی ہے اور اُس کا درخت دِرایَت و معرفَت (سمجھ، بوجھ) ہے ایسا درخت کہ جس کی جڑیں نیچے پھیلی چلی گئی ہیں اور کثرت سے اُس میں پتے ہیں۔ اُس کا پھل صاف ستھرا خوبصورت ہوتا ہے اور اُس میں کئی مقامات ہیں۔

(1) مقامِ تفتیش و طلب میں تحقیق و باریک بینی کا شوق دلانا اور اُس پر آمادہ کرنا ہے اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں فرماتا ہے کہ "جاؤ اور یوسف کی ٹوہ (کھوج) لگاؤ۔"

(۲) مقامِ فکر اور دھیان سے اُلفت اور ذکر و اذکار سے محبت پیدا کرنا ہے۔ "بخدا تم تو سدا حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد میں لگے رہو گے۔"

(۳) اُس کے ذکر کے ساتھ لذّت حاصل کرنا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں کے پاس اور حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کر کے ہائے یوسف (علیہ السلام) کہنے لگے۔

(۴) وِصال کا نمودار ہونا اور ملاقات کا اُمیدوار ہونا۔ "مجھ کو تو اُمید ہے کہ اللہ میرے سب لڑکوں کو جلد میرے پاس لا موجود کرے گا۔"

(۵) مقامِ راحت قُرب کی ہوا کا چلنا ہے۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشخبری دینے والا آ پہنچا (تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا مجھ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی مہک آ رہی ہے۔

---

(16) (تو خدا کی بخشش اور مہربانی اُس سے جس کو لوگ جمع کر لیتے ہیں کہیں بہتر ہے۔)

(۶)ہیبت دیدار ہے۔"پھر جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اُسے بڑا جانا۔[17]

(۷)مقامِ شُعاعِ جمال سے آنکھوں کا خیرہ(حیرت زدہ)ہو جانا ہے اور "سب اُن کے آگے سجدے میں گر پڑے۔"

حُبّ و عشق صرف یہی ہے کہ روتی آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہو جائیں اور آدمی گونگا بہرا ہو جائے حتیٰ کہ کسی پکارنے والے کو جواب نہ دے سکے۔

جب میں نے حُبّ کی شکایت کی تو(یار نے) کہا تو نے(جھوٹ بول کر) مجھے ناحق تکلیف دی۔ میں تیری ہڈیوں میں(اس کے دعوے کے باوجود) بھرا بھرا گوشت کیوں دیکھ رہی ہوں؟

**توحید**﴾ یہ قلب کا گیارہواں مَنْزِل ہے "قلب توحید کے گھاٹ پر وُرود کرتا ہے اور توحید ایک طیّب وطاہر شراب ہے۔ جو میل کچیل کو صاف کر دیتی اور فُضولیات کو دور کر دیتی ہے۔"ہم کو ثابت بِن ہروی نے خبر دی،اُن کو علی بِن احمد مؤذّن نے اُن کو محمد بن الحسن بِن بن موسیٰ نے،اُن کو محمد بِن علی طالقانی نے، اُن کو ابو علی عبدالنعم محمد بِن حاتم نے،اُن کو احمد بِن عبداللہ نے،اُن کو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بروایتِ مقاتل بروایتِ عمرو بن شعیب،اُنہوں نے اپنے باپ سے روایت کی، وہ اپنے جدّ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ساقِ عرش(عرش کے پایہ) پر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ مکتوب(لکھا ہوا) ہے اور تَبَارَكَ اسْمُكَ جنّت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے وَتَعَالٰى جَدُّكَ عرش کے پودے پر تحریر ہے اور "لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ "۔اللہ تقدّس وتعالیٰ کی توحید ہے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کو ایک جانا اور اُسے ایک کہا اُسے اللہ تعالیٰ جنّت میں داخل کرے گا۔" توحید سے مراد ہے خَلق سے حق تعالیٰ کو الگ کر کے ایک سمجھنا اور آثارِ بُشری کا محو ہونا(مٹ جانا) اور اُلوہیت(شانِ خداوندی) کی تجرید کرنا(یعنی صرف تو ہی اللہ و معبود ہے) اور یہ ثمرہ ہے رُسوم وعاداتِ انسانی کے تنگنائے(قبر) سے باہر آکر سَرمدی(جاودانی) و اَبدی(دائمی و جاودانی) میدان کی کشادہ اور پھیلی ہوئی فضاء میں قدم رکھنے کا اور اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ رُؤیتِ غیر ایسی مقصود ہو گویا کہ غیر کا وُجود ہی نہیں ہے اور رُؤیت اللہ جو جبار ہے ایسی ہو گویا کہ وہ کبھی زائل نہیں ہو گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے "کہو اللہ نے یہ کتاب اُتاری پھر اُنہیں چھوڑ دو کہ اپنی بَک بَک میں پڑے کھیلا کریں۔[18] نیز اور اُس کی حقیقت ہے مساعَدت(یاری، مدد) و مُعاوَنتِ الٰہی کو ہمیشہ نگاہ کے سامنے رکھنا۔ پس جب حق کی نظر قلب کی طرف ہمیشہ رہیگی تو قلب اِستعدادِ قبول کے ساتھ قائم ہو جائے گا پس اگر ایک لمحہ کے لئے بھی اُس حالت سے محجوب(غائب) ہو جائے تو اَلَمِ فراق(جدائیگی کی تکلیف) سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور مقصدِ صدق(میں مالک مُقتدر) سے جا ملے گا۔

تیری تصویر میری آنکھ میں ہے اور تیرا ذکر میرے منہ میں اور تیری محبت میرے دل میں ہے پھر کیسے تو مجھ سے اَوجھل ہو سکتا ہے؟ نیز توحید کے مختلف درجے ہیں۔

توحیدِ اِقراری ہے۔ اِس سے مراد نبی کریم ﷺ کے اِس قول کا مفہوم ہے مجھے اُس وقت تک جنگ کرنے کا حکم ہوا ہے کہ لوگ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"[19]،کہنے لگیں۔[20]

توحیدِ علمی ہے۔ چنانچہ خدائے عزّوجل کے اِس قول میں وہی مقصود ہے "بس جان لو کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔"[21]

---

(17) (اور رعب حسن و جمال سے دہک سی ہو گئیں)

(18) (سورة الانعام ، آیت 91)

(19) (یعنی کوئی اور معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔)

(20) (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ مَا جَاءَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، 717/5، الحديث 2606، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975 م)

(21) (سورة محمد ، آیت 19)

توحیدِ وُجودی ہے۔ اللہ تعالی کے اِس قول میں اِسی سے مراد ہے "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ دیکھ رہا ہے" اور "جہاں ہے کہیں اور جس حال میں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔"[22]

توحیدِ شُہودی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کے اِس قول میں اُسی طرف اشارہ ہے "خود اللہ نے اِس بات کی گواہی دی کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور علم والوں نے بھی یہی گواہی دی اور نیز یہ کہ اللہ عدل و انصاف کے ساتھ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔"[23]

پس توحیدِ اقراری سننے اور معجزے دیکھنے کا ثمرہ ہے اور اُس کا نتیجہ اسلام ہے اور توحیدِ علمی ہدایت کا پھل ہے اور ایمان اُس کا نتیجہ ہے اور توحیدِ وُجودی اُس کی عنایت کا پھل ہے اور احسان اُس کا نتیجہ ہے اور توحیدِ شُہودی معرِفت کا پھل ہے اور محبت اُس کا نتیجہ ہے۔

پس موَحّد قائِل یعنی جو زبان سے اقرارِ توحید کرتا ہے۔ آگے پیچھے ہوتا ہے مگر سنتا ہے۔ اگر اُس کا شبہ رفع (شک دور) ہو گیا تو بات مان لیتا ہے اور پیروی کرتا ہے اور موَحّدِ عالم یعنی جو بذریعہ علم اِقرارِ توحید کرتا ہے، اِرادت رکھتا ہے، مرفوع حدیثیں بیان کرتا ہے اور اَخباری حدیثوں کی چھان بین کرتا ہے، دوستوں کو آگاہ کرتا ہے اور دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اگر الحاج (گڑگڑانا) سے کام لیتا ہے تو اندر داخل ہو سکتا ہے اور موَحّدِ واجد اندر داخل ہونے والا۔ وَجد و عشق میں گرفتار اور اپنے حبیب سے مل جانے والا ہوتا ہے اور اُس نے بَھید کی محافظت کی تو ضرور اپنے محبوبِ حقیقی سے قریب و واصل ہوا۔ پھر موَحّدِ مشاہد ہے جو نظامِ تربیت اور طریقہ کے مسلک میں داخل ہونے کے لئے تیزی سے آیا اور وَصل اور اتحاد کے پانی میں غرق ہو گیا (ڈوب گیا)۔ اُس پر تَحِیَّۃُ و سلام ہوا اُس نے ارادہ کیا پس گرفتارِ محبت ہو گیا اور وُجود میں تھا مگر اب خوب کھل کر ظاہر ہوا۔ حق جارہا تھا اُس نے پکڑ کر اپنے سے چِپٹا لیا۔ حدیث قُدسی میں ہے میرے دوست میرے دامن تلے ہیں، میرے سوا اُنہیں کوئی نہیں پہچانتا۔[24] اگر میرے قدرت کے نُفوذ نے اُس کو شدت و سختی میں ڈالا تو میری عزت و رِفعت نے اُسے جَذب کر لیا اور اگر میری قدر کے وار دو جاری ہونے نے اُسے صدمہ پہنچایا تو اُس کی تلخی نے بَشَری صفت ہونے پر فخر کیا۔ حدیثِ قُدسی ہے: میں بیمار پڑا تم میری عیادت کو نہ آئے۔[25] اور اگر کسی لڑائی نے اُسے دکھ دیا تو پروردگار خود اُس کا قائم مقام بن گیا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: "اے پیغمبر تم نے مٹھی بھر خاک نہیں پھینکی جس وقت کہ پھینکی مگر اللہ نے پھینکی"۔[26] اور اگر کسی نے اُسے ایذا (تکلیف) دی تو اللہ بس اُس کی طرف سے کافی ہو گیا۔ حدیثِ قُدسی میں ہے کہ "جس نے میرے کسی کے دوست کو ایذا (تکلیف) دی اُس نے گویا مجھ سے لڑائی کے لئے مُبارَزت (صف سے باہر آنے کی) طلب کی۔"[27] پس یہ بندہ ہے جو عشق میں مبتلا ہوا اور جل بُھن گیا اور صاف کیا گیا تو نکھر گیا اور عُلوم اُس کی تعریف میں عاجز ہیں اور وہ ایسا فتّاح (فتح کرنے والا) ہوا کہ اُس کے پیچھے جتنی علامتیں اور نشانیاں ہو سکتی تھی سب مٹ گئیں۔

انوار جب یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں تو چمکنے لگتے ہیں۔ جو شئے پوشیدہ ہے اُسے ظاہر کر دیتے ہیں اور سب کی خبر دیتے ہیں۔

اگر اُس شخص سے اُس کا حال پوچھو گے تو وہ چُپ رہیگا اور جاہل گمان کروگے کہ وہ مَبہوت (خاموش) ہو گیا ہے مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ تعظیم و احترام نے اُسے خاموش کر دیا ہے اور فنائے تام (عدم وجود) نے اُسے چُپ کر دیا ہے۔

---

(22) (سورۃ الحدید، آیت 04)

(23) (سورۃ آل عمران، آیت 18)

(24) (روح المعاني، سورت الحج تحت آیت 68 الی 78، 201/9، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 ھ)

(25) (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل عيادة المريض، 1990/4، الحديث 2569، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(26) (سورۃ الانفال، آیت 18)

(27) (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، 105/8، الحديث 6502، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

اگر میں تمہاری محبت سے انکار کروں تو برامت ماننا کیونکہ یہ انکار ایک پردہ ہے جو تمہارے اوپر ڈال دیا گیا ہے۔

## خاتمہ

**بعض پسندیدہ خَصائل** ﴾میں اِس رسالہ کو بعض پسندیدہ خَصائل بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔ چاہیے کہ حق تعالیٰ تیری اوّل فکر ہو اور وہی آخر فکر ہو اور وہی تیرے ذکر کا باطن اور وہی تیرے ذکر کا ظاہر ہو۔ تیری عقل کی آنکھ میں اُس کی طرف نظر رکھنے کا سرمہ لگا رہے اور تیرے قلب کا قصد و پختہ ارادہ اُسی کے حُضور میں ادب سے کھڑے رہنے کا رہے۔ ملکوتِ اعلیٰ اور جو کچھ اُس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں اُن کی طرف تو سفر کرتا رہے۔ اگر تو اُس سے نیچے کی مقر (ٹھیراؤ کی جگہ) کی طرف اُفق سے اُترے تو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف نظر رکھ کہ اُس کی کیا کیا نشانیاں ہیں کیونکہ وہی اپنی تمام عزّت و رِفعت (بلندی) کے ساتھ باطن ہے اور اپنی تمام حِکمت کے ساتھ ظاہر ہے اور اُس کی ہُوِیَّت (شناخت) کا غلبہ اُس کے بندوں پر تجلّی فرما رہتا ہے۔

ہر شئے میں اُس کی کوئی نہ کوئی نشانی ایسی موجود ہے جو اِس بات پر دَلالت (رہنمائی) کرتی ہے کہ اُس کی ذات واحد ہے اور بس ایک ہے۔ پس جب تجھ پر حالت طاری ہو اور یہ فضیلت تجھ پر طاری غلبہ کرے تو ملکوتی نُفوس[28] تیرے نفس پر پَرَت پَرَت (تہ درتہ) کی طرح جم جائینگے اور تیرے آئینہ قلب پر قُدسِ لاہوتی (بحر تجلی ذات) اپنی چمک ڈالیگا اور اعلیٰ سے اعلیٰ حلاوت (مٹھاس، راحت) تجھے نصیب ہوگی اور تو بہت بڑا مزہ چکھے گا اور جو شئے تیرے لئے سب سے اولیٰ اور بہتر ہے۔ وہ تو اپنی ذات کے لئے حاصل کریگا اور اُس عالمِ قریب پر تجھے آگاہی ہوئے اور جو کچھ اُس میں بلند تر اور بزرگ تَر ہے اُس طرف تو مائل ہوا۔ اِس طور پر کہ اَہلِ دنیا کا مزاحِم راہ (راستے کی رکاوٹ) ہوتا ہو اور حقیقتِ دنیا سے اُن کی ناواقفیت پر اُنہیں حقیر جانتا ہو دنیا کے بار (بوجھ) کو اٹھانے کا مستحق مگر دنیاوی عقل کو حقیر جانتا ہو اور اُس میں مبتلا نہیں بلکہ اُس سے صرف کنارے کنارے لگے ہو اور تو نے اپنے نفس پر غور کیا تو اُسے ایسا پایا کہ وہ خود اپنے لئے ایک حُجّت (دلیل) ہے اور اُس کی خوبی میں یہی ایک حُسن ہے۔ پس نفس اور اَہلِ علم اَدنیٰ پر تو نے تعجب کیا اور اُنہیں پسندیدگی سے دیکھا۔ اَہلِ عالم بھی ایسے شخص پر تعجب کرتے ہونگے درآنحالیکہ (حالانکہ) نفس کو اُس نے خیر باد کہہ دی تھی۔ مگر درحقیقت وہ اُس کے ساتھ بھی تھا اور نہیں بھی تھا اور جان لے کہ تیرے چل پھر کر کرنے کے کاموں میں سب سے افضل اور تیرے بیٹھ کر کرنے کے کاموں میں سب سے زیادہ مُستَحسَن نماز و روزہ ہے اور جس نیکی کی بازگشت (اثر) سب سے زیادہ ہے۔ وہ خَیر خیرات ہے اور اُس راہ میں سب سے اعلیٰ اور خیر کی چال دوسروں کا بوجھ اُٹھانا ہے اور سب سے زیادہ باطل چال نمائش (ریاکاری) ہے اور اَعمال میں بہتر عمل وہ ہے جو خُلوصِ نیّت سے ہو اور اچھی نیّت وہ ہے جو بارگاہِ عِلم و حِلم سے نمودار ہو اور جان لے کہ حکمت و دانائی تمام فضیلتوں اور بزرگیوں کا سرچشمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے پہلے جاننے کی باتوں میں مقدم تر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُسی کی طرف سُتھرا اور پاکیزہ کلام (باقتضاء ذاتی) عُروج کرتا ہے (بلند ہوتا ہے)۔ اور اُس کی جناب میں پیش ہوتا ہے اور نیک کام (اسے سہارا دیکر) اُبھارتے ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں اور خدائے عُذر پذیر (معاف کرنے والے) سے اپنے لئے تمہارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اُس کی رحمت کو نظر میں رکھ کر طلبِ مغفرت و عفو (معافی کی طلب) کرتا ہوں۔ وہی بخشنے والا اور وہی رحم فرمانے والا ہے۔

هذا آخر ما رقمه قلم

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاول پور۔ پاکستان

۷ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ

---

(28) وہ نفس یا جذبہ جو انسان کو برے کاموں سے روکتا ہے اور نیک کاموں کی طرف راغب کرتا ہے۔